



عرب جاہلیت کے بنیادی خط و خال؛ ایک تجزیاتی مطالعہ

Basic features of Arab Jāhiliyya; an analytical study

Advocate Sajid Ali Chishti

MPhil Scholar, Dept. of Islamic Studies, G.C University, Faisalabad. Email:

sajidaliadvocate3326@gmail.com

Rimsha Khalid

MPhil Scholar, Dept. of Islamic Studies, G.C University, Faisalabad. Email:

rimshakhalid19983march@gmail.com

The notion that the Arabs were an illiterate and uncivilized people has been fabricated. In fact, before the advent of Islam, several kingdoms, such as the Kingdom of Yemen, the Kingdom of Kindah, and the Kingdom of Ghassan, had established their own civilizations and cultures in different eras. The main reason for this false perception is the misinterpretation of the meaning and significance of "ignorance". In other words, the lack of literacy in Arab society was attributed to ignorance, and hence they were considered to be ignorant, even though they were a people with political, social, and economic awareness. In the view of the Arabs themselves, the well-known meaning of "ignorance" was taken as the opposite of "wisdom", and after the advent of Islam, this term was used to differentiate between Islamic and non-Islamic societies. In reality, "ignorance" refers to a particular mindset and behavior pattern on the basis of which a person assumes a personality that is in contrast to the personality described in the teachings of revelation, and as a result, he is seen to be a victim of excitement and lawlessness at the individual and social levels.

Key Words: Arab, Nation, Jāhiliyy(y)a, Khilāf al ilm, ḥilm, Civilization.

تعارف:

کسی بھی چیز کی خوبی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اس کے مقابل کی چیز سامنے ہو۔ یعنی اشیاء کی حقیقت تو ان کی اضداد ہی سے واضح ہوتی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی داعیانہ جدوجہد کا نقشہ، اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اور روشن اصول اس وقت زیادہ نکھر کر سامنے آتے ہیں جب



اسلام سے ما قبل دور جاہلیت پر گہری نظر ہو۔ تاریخی اور واقعاتی نقطہ نظر سے یہ بعثت رسالت مآب ﷺ سے پہلے کا زمانہ ہے جسے بالعموم "عرب قبل از اسلام" یا "زمانہ فترت" سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

عمومی مفہوم:

عمومی طور پر جاہلیت کے معنی ان پڑھ، گوار، نادانی و ناواقفیت تک محدود کر دیئے جاتے ہیں اور اس کا مصداق خاص عربوں کو قرار دیا جاتا ہے۔ اسی بنا پر ان کے بارے میں یہ تاثر قائم کر لیا گیا ہے کہ وہ تہذیب و تمدن اور علم و آگہی سے عاری قوم تھی اور ان کے ہاں کسی قسم کا سیاسی، معاشی اور سماجی شعور نہ تھا۔ اس کی دلیل میں بدوی قبائل کے بعض معائب جیسے عدم برداشت، قتل و غارت گری اور لوٹ مار وغیرہ کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ جس عہد و ماحول کو قابل مذمت سمجھا اور بتایا جاتا ہے، اسی عہد کے شاعر اپنے کلام کی قدرت اور فصاحت کی وجہ سے آج بھی دنیائے ادب کا اعلیٰ سرمایہ سمجھے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے جاہلی عہد کے میلوں اور بازاروں کو بھی یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جہاں تجارتی سرگرمیوں کے علاوہ شہ سواری، تیر اندازی، گھوڑ سواری، تلوار بازی، آلات حرب کی نمائش اور شاعری کے مقابلہ جات جیسی تفریحات بھی ان کا حصہ ہوتی تھیں۔ جاہلیت سے متعلق اس بیانے کی تائید بعض مؤلفین کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ بالخصوص جدید العہد کے مؤلفین میں سے مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی "مسدس مدو جزر اسلام" میں جاہلیت کا جو نقشہ کھینچا ہے عوامی سطح پر اسے خاصی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

عرب جس کا چرچا ہی یہ کچھ وہ کیا تھا
زمانے سے پیوند جس کا جدا تھا
جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
کشور ستاں تھا نہ کشور کشا تھا

تمدن کا جس پر پڑا تھا نہ سایہ

ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا¹

اسی طرح مولانا شبلی اپنی تصنیف "سیرت النبی ﷺ" میں "تہذیب و تمدن" کے عنوان کے تحت کلام کرتے ہیں کہ:

"عرب کے اصلی اور اندرونی مقامات میں تہذیب و تمدن کی حالت یہ تھی کہ عربی زبان نہایت وسیع ہے۔ باوجود اس کے جن چیزوں کو تمدن اور اسباب معاشرت سے تعلق ہے ان کے لیے خاص عربی زبان میں الفاظ نہیں ملتے بلکہ ایران یا روم سے مستعار آئے ہیں۔"²

پروفیسر ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی کی کتاب "عہد نبوی ﷺ کا تمدن" اس مغالطے کا صریح جواب ہے، جس میں عہد رسالت مآب ﷺ کے تمدن کی بنیادی مباحث کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے گوستاف لوبون فرناووی اصول عمرانی کی بنا پر یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ:

"اسلام سے پہلے عرب کا تمدن کسی زمانے میں اوج کمال تک پہنچ چکا تھا کیونکہ اصول ارتقاء کی رو سے

کوئی قوم محض وحشت کی حالت سے دفعتاً اعلیٰ درجے کی تہذیب و تمدن تک نہیں پہنچ سکتی۔"³

1 Altāf Hussain Hālī, Musaddas Hālī, (Patna: Khudā Bakhsh Oriental Public Library, 1995 AD), 15.

2 Shibli Naumanī, Sirat al Nabī, (Lahore: Islāmī Kutub Khānah, 1975 AD), 1/76.

3 Ghustaf Lubun, Tarikh wa Tehzib-e-Arab, (Lahore: Jamhorī Publications, 2021 AD), 74-76.

اس بیانے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اسلام سے قبل قدیم عرب میں کئی سلطنتیں جیسے مملکت یمین، مملکت کندہ، مملکت مسیان، مملکت الحضر، مملکت الرہا، مملکت سنجر، مملکت حمص، مملکت انباط، مملکت تدمر، مملکت منازہ اور مملکت غسانہ وغیرہ قائم تھیں جن کا ذکر مؤرخین کتب تاریخ میں کر چکے ہیں جو کہ تمدن عرب کی تاریخ کا اہم ثبوت ہیں۔ 4 لہذا شبلی کا یہ دعویٰ کسی طور بھی قبول نہیں کیا جاسکتا کہ عرب قبل از اسلام تمدن سے خالی تھا۔ اسی طرح اردو سیرت نگار عام طور پر مظاہر جاہلی کو ہی جاہلیت کی اصل سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے کہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں:

"قتل انسان، رہزنی میں بے جا تصرف ناجائز، مداخلت بے جا، عورتوں کو جبر یا میں پھسلاوٹ سے بھگا لے جانا، بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا اس شجر کے ثمر تھے کہ بت پرستی نے ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنادیا تھا۔ برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے ان کے دل و دماغ میں یہی نقش کر دیا تھا کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت، ان کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور ان کے تدین سے بہتر کوئی تدین ہوئی نہیں سکتا۔"⁵

مولانا صفی الرحمن مبارک پوری عہد جاہلی کا نقشہ کچھ یوں کھینچتے ہیں:

"عرب کی اجتماعی حالت ضعف و بے بصیرتی کی بستی میں گری ہوئی تھی، جہل اپنی طنابیں تانے ہوئے تھا اور خرافات کا دور دورہ تھا لوگ جانوروں جیسی زندگی گزار رہے تھے عورت نیچی اور خریدی جاتی تھی اور بعض اوقات اس سے مٹی اور پتھر جیسا سلوک کیا جاتا تھا قوم کے باہمی تعلقات کمزور بلکہ ٹوٹے ہوئے تھے اور حکومتوں کے سارے عزائم اپنی رعایا سے خزانے بھرنے یا مخالفین پر فوج کشی کرنے تک محدود تھے۔"⁶

در حقیقت جاہلیت سے متعلق یہ تمام تر رویے افراط و تفریط پر مبنی ہیں۔ جدید عہد کے بعض سیرت نگاروں نے اس طرف توجہ کی ہے اور حقائق تک پہنچنے کی تحریک پیدا کی ہے اس حوالے سے ایک نام ڈاکٹر محمود احمد غازی کا بھی ہے۔ موصوف جاہلیت سے متعلق پائے جانے والے عمومی تصور پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت سے مراد کوئی ایسا دور ہے جب بے علمی اور جہالت ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ چہاں سو جاہل ہی جاہل نظر آتے تھے۔ علم و فن، لکھنے پڑھنے اور سیکھنے سکھانے کا کچھ ذکر مذکور نہ تھا۔ آج کل جس قدر بھی علوم و فنون دنیا میں رائج ہیں وہ سب کے سب اس وقت عرب میں بالکل معدوم تھے۔ کتاب علم دوات، مکتب، استاد، کتب خانہ اور اس طرح کے دوسرے علمی لوازمات سے اہل عرب قطعاً نا آشنا تھے۔ مدارس کا ان میں بالکل رواج نہ تھا۔ بلکہ اسلام کے ابتدائی دور میں مدرسہ کی اصطلاح موجود نہ تھی اور مدرسہ پانچویں صدی سے قبل وجود میں نہیں آیا تھا۔ یہ اس طرح کے بہت سے دوسرے بے بنیادی خیالات ہیں جو اسلام سے قبل عربوں کی علمی حالت کے متعلق عام

4. Dr. Muḥammad Suḥayl Tuqūsh, (Beirut: Dār al Nifās, 2009 AD), 422-483

5 Qāzī Salmān Mansūr Pūrī, Raḥtulil 'Alamīn, (Lahore: Maktaba Islamia, 2016), 1/49.

6(Safī ur Rehḥmān Mubārakpurī, Al Raḥīq al Makhtūm, (Lahore: Al Maktabah al Salfiyah, 2014 AD), 71.

طور پر لوگوں کے ذہنوں میں پائے جاتے ہیں، درحقیقت یہ غلط فہمی ”جاہلیت“ کے مفہوم کو نہ سمجھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ غلط فہمی آگے جا کر بہت سی دوسری غلط فہمیوں کی موجب بنتی ہے۔⁷

اس تبصرے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عربوں سے متعلق پایا جانے والے بے بنیاد اور صداقت و حقائق سے محروم تاثر کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور اس عہد سے متعلق ایک دوسرا تصور ابھر تا ہے جو کہ یقیناً عمومی تصور سے متضاد ہے اور لفظ ”جاہلیت“ کو نئے معانی عطا کرتا ہے۔

لغوی و اصطلاحی مفہوم:

جاہلیت عربی زبان کے مادہ ”جہل“ سے مشتق ہے۔ علمائے لغت کے ہاں اس مادے کے مختلف معانی و مفہام بیان ہوئے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

علامہ ابن فارس بیان کرتے ہیں کہ جہل کے جملہ مفہام میں دو معنی بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ ”احدها خلاف العلم“⁸ اس کا اطلاق اول علم کی ضد پر ہوتا ہے، یعنی نہ جاننا، نہ واقفیت، عدم معرفت، کم علمی، لاعلمی وغیرہ۔ ابن منظور ”لسان العرب“ (9) میں اور ابن سیدہ ”المحکم و المحيط الاعظم“¹⁰ میں یہی معنی و مفہوم مراد لیتے ہیں۔ علامہ مصطفوی بیان کرتے ہیں یہ عدم معرفت اور عدم اتباع علم معارف الہیہ سے ہو یا ظاہری علوم و فنون سے سبھی اس معنی کو شامل ہیں۔¹¹

علامہ ابن فارس کے نزدیک اس کا دوسرا مفہوم ”خلاف الطمانیۃ“¹² ہے۔ یعنی بے قراری و اضطراب، ہلکا پن، سفلہ پن، سفاهت وغیرہ کے ہیں۔ علامہ مصطفوی بیان کرتے ہیں جاہلیت کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس سے اضطراب لازم آتا ہے جیسے علم اور یقین سے طمانیت لازم آتی ہے۔¹³ ڈاکٹر ثار احمد بیان کرتے ہیں اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان تمام حالتوں میں جو چیز طمانیت کے مخالف بیان ہوئی ہے وہ اس شے کا اپنی اصلی حالت میں، معیاری سطح پر اور معمول و اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے۔ یہ تجاوز ظاہری و مادی طور پر بھی ہو سکتا ہے اور باطنی و معنوی لحاظ سے بھی، اشیاء میں بھی ممکن ہے اور رویے و سلوک، اعمال و افعال میں بھی، نیز یہ تغیر کسی درجے کو بھی ہو سکتا ہے اور اس کا اندازہ متعدد الفاظ و معانی سے کیا جاسکتا ہے۔¹⁴

امام راغب اصفہانی جاہلیت کے مفہوم کو مندرجہ ذیل تین قسموں میں بیان کرتے ہیں:

۱۔ انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا۔

۲۔ کسی چیز کے متعلق اس کی صحیح کیفیت کے خلاف اعتقاد رکھنا۔

7 <https://www.mukaalma.com/73852/10-04-2023/>

8 Aḥmad bin Zakariyā, Mu'jam Mqāyīs al Lughat, (Beirut: Maktabah al A'lām, al Islāmī, 1983 AD), 1/489.

9 Muḥammad bin Mukrim ibn Manzūr, Lisān al 'Arab, (Qum: Hauzah, 1984 AD), 11/129.

10 Ibn Sayyedah, Al Muḥkam wa al Muḥīt al A'zam, (Beirut: Maktabah al A'lām, al Islāmī, 1983 AD), 4/165.

11 Mustafvī, Al Taḥqīq fi Klimāt al Qurān al Karīm, (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyah, 2009 AD), 4/154.

12 Aḥmad bin Zakariyā, Mu'jam Mqāyīs al Lughat, 1/489.

13 Mustafvī, Al Taḥqīq fi Klimāt al Qurān al Karīm, 4/154.

14 Dr. Nisār Aḥmad, Naqsh-e-Sirat, (Karachi: Qirtās, 2021 AD), 19.

س۔ کسی کام کو جس طرح کرنا چاہئے اس کے خلاف کرنا۔ (15)

علامہ اصفہانی کے بیان کردہ مفہیم میں بھی بنیادی حیثیت عدم علم، عدم معرفت یا خلاف علم کے معنی کو ہی حاصل ہے یعنی جب انسان کا ذہن حقیقت و علم سے خالی ہو تو وہ کسی چیز کے متعلق صحیح اندازہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے اور اس کی حقیقت کے خلاف عمل کرتا ہے۔ علامہ سید علی اکبر قریشی نے "قاموس القرآن" ¹⁶ میں نقل کیا ہے کہ درحقیقت "جہل" حلم کی ضد ہے جس کے معنی نادانی، بے وقوفی، بے اعتنائی کے ہیں۔ موصوف اسی معنی کو پسند کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ قرآن کی متعدد و بیشتر آیات میں یہ لفظ احمق، نادان، بے اعتناء، بے پرواہ کے معنی ہی میں استعمال ہوا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قَالَ رَبِّ السَّجُنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَ إِلَّا تَصْرِفَ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ" ¹⁷

(یوسف (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس کام سے کہیں زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں، اور اگر تو نے ان کے مکر کو مجھ سے نہ پھیرا تو میں اُن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔)

ڈاکٹر نثار احمد ان معانی پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ لفظ جہل خلاف علم تو ضرور ہے لیکن یہ نوشت و خواند اور ان پڑھ کا مصداق نہیں جیسے کہ اردو میں عوامی سطح پر سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے کہ علم اور حصول علم کے ذرائع محض اشیائے نوشت و خواند تک محدود نہیں "ان پڑھ" ہونے کے باوجود آدمی "صاحب علم" بھی ہو سکتا ہے۔ ¹⁸

راقم کے نزدیک اس کی اعلیٰ ترین مثال انبیاء کرامؑ کی ذوات طہات ہیں۔ بالخصوص پیغمبر اسلام جناب محمد الرسول اللہ ﷺ "امی" کے لقب سے موصوف تھے۔ لیکن وہ کون سے راز ہستی ہیں جو آپ ﷺ سے چھپ سکے! نوشت و خواند سے اعتناء (بسبب حکمت الہیہ) برتنے کے باوجود آپ ﷺ کی ذات طیبہ ہی علم یقینی کا تنہا ماخذ ہے۔ اس کے برعکس یہ بھی ممکن ہے کہ نوشت و خواند کے باوجود آدمی علم سے کورا اور حقیقت سے بے بہرہ رہے۔ اس کی واضح مثال ابو جہل کی ہے جو کہ بظاہر نوشت و خواند سے واقف اور صاحب علم ہونے کا دعویٰ کرتا تھا لیکن حقیقی معرفت سے اس کا دامن خالی رہا۔ یہی مثال دیگر اعدائے پیغمبر کی ہے۔ اس مثال سے ایک اور بات سامنے آتی ہے کہ بعض اوقات علم جہل کا سبب بن جاتا ہے اور کبھی علم بذات خود جہل کا مصداق ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کا حال بیان ہوا ہے جو اس قضیے کی مجسم تصویر تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا الثَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ" ¹⁹

15 Rāghib al Asfahānī, Mufradat al Alfāz al Qurān (Egypt: Al Amirah, 2010 AD), 1/144.

16 Sayyed Alī Akbar Qurayshī, Qāmūs al Qurān, (Tehran: Dār al Kutub al ‘Ilmiyah, 1943 AD), 1/80-84.

17 Yūsūf: 33

18 Dr. Nisār Aḥmad, Naqsh-e-Sirat, 20.

19(Juma ‘h:5.

(جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہو۔ اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔)

خود رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا"²⁰

یعنی بعض علوم جہالت کے مترادف ہیں اس سے مراد ایسے علوم کا سیکھنا ہے جن کی ضرورت نہ ہو جیسے علم النجوم وغیرہ۔²¹ لغوی و اصطلاحی مفہوم کی بحث کے تجزیہ سے واضح ہوتا ہے کہ جاہلیت کے جس معنی کا اطلاق عربوں پر کیا جاتا ہے وہ ہرگز اس کے مصداق نہیں ٹھہرتے۔ اگرچہ وہاں نوشت و خواند، علمی و تعلیمی سرگرمیوں اور درس گاہ کی کمیابی تھی لیکن ان تمام چیزوں کو ان کے جہل کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ اس لئے کہ عرب کسی طور پر بھی قابلیت، اہلیت و استعداد میں دوسری اقوام سے کم تر نہ تھے بلکہ انھیں حظ کثیر عطا کیا گیا تھا۔ محض نوشت و خواند کو ہی ماخذ علم مان کر اور ان کی استعدادِ علم اور رفودِ عقل و فہم سے صرفِ نظر کر کے ان کو جاہل قرار دینا ایک غیر علمی رویہ ہے جو کہ قطعاً درست نہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعثتِ آنحضرت ﷺ سے قبل عرب تہذیب و معاشرت کے بعض معاشرتی معائب کی بنیاد پر "جہل" کو "حلم" کا مقابل قرار دیا جاسکتا ہے اور یہی معنی خود ان کے ہاں بھی معروف تھا۔ اس حوالے سے علامہ آلوسی "بلوغ العرب فی معرفۃ احوال العرب"²² میں عمرو بن مکتوم کے قصیدے کا شعر نقل کرتے ہیں:-

الا لا یجہلن احد علینا

فنجہل فوق جہل الجاہلینا

(خبردار! ہمیں کوئی اکھڑپن نہ دکھائے ورنہ پھر ہم ان سے بڑھ کر اکھڑپن دکھائیں گے۔)

ڈاکٹر عمر فروخ اسی معنی کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ص

"ندرك ان الجاهلية مشتقة من الجهل الذي هو ضد الحلم"²³

اسی طرح شوقی الضیف کہتے ہیں:

"انما هي مشتقة من الجهل بمعنى السفو والفضب والنزق، فهي تقابل كلمة الاسلام

التي تدل علي الخضوع والطاعة لله جل و عز وما يطوي فيها من سلوك خلقي

الکريم"²⁴

ان تمام شواہد و تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ جاہلیت درحقیقت جہل سے مشتق ہے جس کے معنی حلم کی ضد کے ہیں اور یہی معنی عربوں کے ہاں مستعمل بھی تھا۔ درحقیقت یہ لفظ اسلامی ادب میں ہجرت مدینہ کے بعد استعمال ہوا، جو اسلامی اور قبل از اسلام عہد میں فرق کرنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ بعد ازاں اس لفظ کی بنیاد پر عربوں سے متعلق بہت سے غلط تصورات قائم کر لیے گئے۔ ممکن ہے یہ بھی اسی بات کا نتیجہ ہو کہ بعض حضرات نے یہ خیال کر لیا، چونکہ عرب نوشت و خواند سے عاری تھے لہذا کتابت قرآن ابتدائے اسلام

20(Sulaimān bin Ash‘as, Kitāb al Sunan, Hadith No. 5012.

21(Mubārak bin Muḥammad ibn al Athīr, (Beirut: Dār al Kutub al ‘Ilmiyah, 2009 AD), 1/322.

22 Dr. ‘Arab Farūkh, Tarīkh al Jahiliyah, (Beirut: Dār al ‘Ilm, 1984 AD), 53

²³ Bulugh al Arab fi Ma‘rifat Ahwāl al ‘Arab, 1/16.

24(Shauqī al Dif, Tarīkh al Adab al ‘Arabī, (Qum: Zawil Qurbā, 1985 AD), 1/39.

میں ممکن نہیں تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جاہلیت کے ان غلط تصورات کی بنیاد پر عرب تہذیب و تمدن کا جو خاکہ پیش کیا گیا وہ یقیناً عدل و انصاف کے تقاضوں اور حقائق کے خلاف ہے۔

جاہلیت کے قرآنی مفہیم:

کتاب و سنت میں جاہلیت کا مخصوص اصطلاحی مفہوم ہے۔ جب اسلامی لٹریچر سے شغف رکھنے والا کوئی شخص جاہلیت کا لفظ سنتا ہے تو اس کا ذہن صرف اسی مفہوم کی طرف جاتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ اس کے لغوی معنی کو ذہن میں لائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جاہلیت خالص اسلام کی اصطلاح ہے اور اس کا ایک شرعی مدلول ہے۔ بہت سے دوسرے عربی الفاظ بھی ایسے ہیں جنہیں اسلام نے اپنا اصطلاحی مفہوم دیا ہے اور سامع کا ذہن ہمیشہ اصطلاحی مفہوم ہی کی طرف جاتا ہے۔ جیسے لفظ "الصلوة" کا لغوی معنی دعاء ہے مگر اسلام نے اس لفظ کا اطلاق ایک مخصوص انداز میں کی جانے والی عبادت پر کیا ہے۔ "زکوٰۃ"، "ایمان" اور "کفر" بھی ایسے الفاظ ہیں جو مسلم معاشروں میں اپنے اسلامی شرعی مفہوم کے ساتھ سمجھے اور بولے جاتے ہیں۔ جہاں تک جاہلیت کا تعلق ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ میں لفظ "جہل" کے مختلف مشتقات مختلف سیاق و سباق کے ساتھ آئے ہیں جن سے مندرجہ ذیل مختلف مفہیم واضح ہوتے ہیں:

1- نفس پرستی:

قرآن مجید نے شہوت پر مبنی ہر عمل کو جاہلیت سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ إِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ" ²⁵

(یوسف علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس کام سے کہیں زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں، اور اگر تو نے ان کے مکر کو مجھ سے نہ پھیرا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔

قرآن مجید نے متعدد مقامات اس غیر فطری عمل جو کسی بھی مہذب معاشرے یا مہذب انسان سے پرے کا عمل ہے بیان کیا ہے اور اس فعل کی زجر و توبیخ کے ساتھ اسے جہالت قرار دیا ہے۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے:

"أَنتُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ" ²⁶

(کیا تم اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔)

سورۃ نور میں ارشاد فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ ۚ مَا زَكَّىٰ مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ" ²⁷

25(Yūsuf:33.

26(Al Naml:55.

(اے ایمان والو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا البتہ اللہ پاکیزہ فرما دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔)

اس لئے کہ یہ سراسر ایک شیطانی عمل ہے جس سے متعلق قرآن نے واضح الفاظ میں آگاہی دے دی ہے۔

2- انسانی تقدس کو مجروح کرنا:

انسان خالق کائنات کی عظیم ترین تخلیق ہے اس کے تقدس و عظمت کے ہی کے سبب قرآن اسے "احسن تقویم" (2) سے تعبیر کرتا ہے۔ چنانچہ جو عمل اس کے تقدس اور عظمت انسانی کے منافی ہو قرآن اسے جہالت قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۚ قَالُوا أَنْتَ خَدُّنَا هُزُؤًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ" ²⁸

(اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ نے فرمایا، ”میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔“)

3- شرک و نفاق:

شرک و نفاق حقیقت میں انسانی جہالت کی انتہاء ہے۔ ایک لاپچار اور بے بس ذات جب اپنے حقیقی خالق سے منہ موڑ کر کسی اور سے امیدیں وابستہ کر دے تو اس سے بڑی جہالت اور کیا ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۚ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۚ لَيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا" ²⁹

(بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے تاکہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور اللہ توبہ قبول فرمائے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔)

سید علی اکبر قریشی بیان کرتے ہیں کہ انسان ذاتاً ظلوم اور جھول تھا۔ اسے امانتِ خدا حمل کرنے کی ضرورت تھی تاکہ خود کو ظلوم اور جھول سے نجات دلا کر عقل اور توحید کے ساتھ ایمان والی زندگی گزارے۔ (30) اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ امانت کو اٹھانے کے بعد

27(Nūr:21.

28 Al Baqarah: 67.

29(Al Ahzāb: 72-73.

30(Sayyed Alī Akbar Qurayshī, Qāmūs al Qurān,80-81.

بھی جو لوگ شرک و نفاق کی زندگی بسر کرتے ہیں قرآن اسے جہالت سے تعبیر کرتا ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل عذاب و نعم کا مزاج رکھنے کے باوجود بھی جب موسیٰ سے بت پرستی کا اظہار کرتے ہیں تو آپؑ نے جواب فرمایا:

"وَجَاوِزْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ ۖ قَالُوا يَا مُوسَىٰ اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ"³¹

(اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتارا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں کے گرد آسن مارے بیٹھے تھے، کہنے لگے: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایسا معبود بنادیں جیسے ان کے معبود ہیں، موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: تم یقیناً بڑے جاہل لوگ ہو۔)

دوسرے مقام پر فرمان رب ذوالجلال ہوا:

"قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونَنِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ"³²

(فرما دیجئے: اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی پرستش کرنے کا کہتے ہو۔)

یہی مضمون قرآن مجید کی متعدد آیات میں بیان ہوا ہے جسے جہالت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

4- غیر اللہ کی حاکمیت تسلیم کرنا:

خدا تعالیٰ کی واضح ہدایت اور قانون کے آجانے کے بعد بھی اگر انسان کوئی اور راستہ تلاش کرے جس میں اس کی نفسانی خواہش کا سکون و اطمینان ہو تو اس کا یہ احمقانہ عمل سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ"³³

(کیا یہ لوگ جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں، اور یقین رکھنے والی قوم کے لئے حکم میں اللہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔)

رب کائنات کی حاکمیت و قانون کے سامنے سرنگون ہونے کی بجائے کسی اور ہستی کو تسلیم کرنے کو قرآن جہالت کا عمل قرار دیتا ہے۔

5- دعوت حق کو ٹھکرانا:

در حقیقت انبیاء اور رسلؑ کی دعوت حق سے انکار کے پس پردہ ضد، انا اور ہٹ دھرمی جیسے اسباب و محرکات تھے جنہیں قرآن مجید نے جاہلیت قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ"³⁴

(اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے اور ہم ان پر ہر چیز گروہ در گروہ جمع کر دیتے وہ تب بھی ایمان نہ لاتے سوائے اس کے جو اللہ چاہتا اور ان میں سے اکثر لوگ جہالت سے کام لیتے ہیں۔)

31 Al A'raf:138.

32(Al Zumr:64.

33(Al Maidah:50.

34 Al An'am:111.

6- عصبیت و حمیت کی بنا پر ظلم کی راہ اختیار کرنا:

حمیت اصل میں "حمی" کے مادہ سے "حرارت" کے معنی میں ہے۔ اس کے بعد غضب کے معنی میں اور پھر "نخوت و غضب" کی آمیزش رکھنے والے "تعصب" کے معنی میں ہے۔ (35) یعنی ان صفات سے متصف ہو کر اپنے کسی تعلق والوں کی بے جا طرفداری اور حمایت کا ایسا مظاہرہ جو مزاحمت حق کا باعث ہو، اور عدل و انصاف کے خلاف ہو، اسے حمیتِ جاہلیہ سے تعبیر کریں گے۔ قرآن مجید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْحَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ ۖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا" ³⁶

(جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں اڑ رکھی وہی زمانہ جاہلیت کی اڑ تو اللہ نے اپنا طمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ اُن پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔)

اس میں شک نہیں کہ اس حالت کا کسی فرد یا جماعت میں ہونا اس معاشرے کی پسماندگی اور گراؤ کا باعث ہے۔ یہ انسان کی عقل و فکر پر سنگین پردہ ڈال کر اس کے صحیح ادراک اور کامل سمجھ بوجھ میں مانع بن جاتی ہے۔ درحقیقت یہی وہ جذبہ ہے جس نے سابقہ اقوام کو دعوتِ حق کے خلاف حریفانہ رویہ اپنانے پر اکسایا اور انھوں نے راہِ حق سے پہلو تہی کی اور جاہلوں میں سے ہو گئے۔

سنتِ نبوی ﷺ میں جاہلیت کے مفاہیم:

جاہلیت کے قرآنی مفاہیم سے واقفیت کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ احادیثِ نبویہ ﷺ میں بھی اسی مفہوم کو مختلف اوقات میں مختلف مواقع پر بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- گالمِ گلوچ اور غیر مہذب کلام کرنا:

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری نے کسی شخص کی ماں پر طعن کیا یعنی گالی دی تو رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: تجھ میں جاہلیت کی خوب باقی ہے۔ ³⁷ یہی مضمون ایک دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب تم میں کوئی روزے کے ساتھ صبح کرے تو وہ شخص نہ کوئی نازیبا لفظ منہ سے نکالے اور نہ جہالت دکھائے۔" ³⁸

یعنی یہ وہ اعمال ہیں جو انسانی شائستگی اور اخلاقِ حسنہ کے خلاف ہیں۔ جو اصلاً جاہلیت کا ہی تعارف پیش کرتے ہیں۔

35 (Nāsir Mkārīm Shīrāzī, Tafsīr Namūnah, trans. Sayyed Safdar Hussain Najfī, (Lahore: Misbāh ul Qurān Trust, 2015 AD), 1/396.

36 Al Fatah: 26.

37 Muḥammad bin Ismā'īl al Bukhārī, Al Jami' al Saḥīḥ, Hadith No. 31.

38 Muslim bin Hujāj, Al Jami' al Saḥīḥ, Hadith No. 2703.

2- راہِ اعتدال سے پھرنا:

بعض جذبے انسانی نفسیات پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ مسرت و شادمانی کا سماں ہو یا حزن و ملال کی کیفیت، انسان ان دونوں صورتوں میں عام طرز زندگی سے ہٹ کر افراط و تفریط کا شکار نظر آتا ہے۔ یقیناً اس کا نتیجہ بھی اسی صورت میں نکلے گا جیسا کہ اس کا عمل ہو گا۔ اس حیاتِ ارضی میں حالات کیسے بھی ہوں! انسان کو برے نتائج سے محفوظ رکھنے کے لئے اسلام اسے اعتدال کا درس دیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہر حال میں اطاعتِ خداوندی لازمی امر ہے۔ لیکن ایسی صورت حال میں اگر کوئی حد سے بڑھے تو یہ جہالت کا عمل شمار ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثِ نبوی ﷺ میں نوحہ گری اور دیگر باتوں کو جہالت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رسالت مآب ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

"جو عورتیں اپنے چہروں کو پٹیوں اور گریبان چاک کر لیتی ہیں اور جاہلیت کی باتیں بکتی ہیں وہ ہم میں سے

نہیں ہیں۔" (39)

3- تفاخر و تکبر:

نسلی تفاخر و آبا پرستی دین میں ایک ایسا اضافہ ہے جو اللہ عز و جل اور اس کے رسول ﷺ کو کبھی بھی مطلوب نہیں رہا۔ اپنے عمل سے اس بات کا اظہار کرنا یا دین میں ایسی چیزوں کا اضافہ کرنا روحِ اسلام کو زک پہنچانے کے برابر ہے۔ حسب و نسب کے اس افتخار سے دین کا برادرانہ اور مساویانہ تصور معدوم ہو کر رہ جاتا ہے۔ تاریخِ انسانی ہمیں بتاتی ہے کہ فخر و کبر فسادِ بنی آدم کے اہم محرکات میں شامل ہے۔ اسلام اس کی نہ صرف ممانعت کرتا ہے بلکہ بھرپور مذمت بھی کرتا ہے اور ایسے ہر عمل کو جہالت قرار دیتا ہے۔ ہادی امت ﷺ کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

"بلاشبہ اللہ عز و جل نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کو دور کر دیا ہے۔ (تمہیں ایمان و

اسلام سے معزز بنایا ہے) (آدمی دو قسم کے ہیں) صاحبِ ایمان، متقی یا فاجر اور بد بخت تم سب آدم کی

اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے۔ لوگوں کو قومی نخوت ترک کرنا پڑے گی، وہ تو جہنم کے کونسلے بن چکے،

ورنہ یہ اللہ کے ہاں گندگی کے کالے کیڑے سے بھی ذلیل ہوں گے جو اپنی ناک سے گندگی کو دھکیلتا

پھرتا ہے۔" ⁴⁰

اسی طرح ایک موقع پر صحابہؓ کے درمیان پھوٹ ڈلوانے کے لئے کچھ لوگوں نے چاہا کہ انصار اور مہاجرین کی الگ الگ شناخت بنا کر ان میں جاہلی عصبیت ڈال دیں۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک نازک ترین موقع پر ایک شخص نے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ انصار صحابہ نے اس پر ظلم کیا ہے اس طرح پکارنے لگا: "یا لمہاجرین" مہاجرین کیلئے! اور دوسری طرف سے ایک اور شخص نے چیخ کر کہا "یا لہ انصار" انصار کی کیلئے! رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ لفظِ مہاجر اور لفظِ انصار کو عصبیت کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے تو آپ ﷺ نے انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "أبدعوي الجاهلية و أنا بين أظهركم" میرے جیتے جی تم ایک دوسرے کو جاہلی نعروں کے ساتھ دہائی دینے لگے ہو۔ ⁴¹ اسی طرح بہت سے دیگر غیر فطری و غیر انسانی رویوں اور نظریوں جیسے "کہانت"، "جاہلیت کی پکار"،

39 Muḥammad bin Ismā'īl al Bukhārī, Al Jami' al Saḥīḥ, Hadith No. 1294.

40 Sulaimān bin Ash'as, Kitāb al Sunan, Hadith No. 5116..

41 Muḥammad bin Ismā'īl al Bukhārī, Al Jami' al Saḥīḥ, Hadith No. 4907.

"جماعت سے مفارقت پانا"، "اطاعت سے بری ہونا" اور "عصبيت کے جھنڈے تلے لڑنے" کو احادیثِ نبوی ﷺ میں جاہلیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔⁴²

کتاب و سنت میں اس جاہلیت کا تتبع کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لفظ کس قدر وسیع معانی کا حامل ہے اور مذکورہ تمام مفہام درحقیقت جاہلیت کے مختلف مظاہر ہیں جو اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس کا تعلق نوشت و خواند سے نہیں بلکہ یہ ایک خاص قسم کی ذہنی و نفسیاتی کیفیت کا نام ہے جو کسی بھی زمانے کے، کسی بھی انسانی معاشرے پر طاری ہو سکتی ہے۔ یقیناً یہ صورتِ حال اسی وقت پیش آسکتی ہے جب انسان وحی الہی کی تعلیمات سے دور ہو، اور وہ رب تعالیٰ کے اتارے ہوئے ضابطوں کی پابندی سے آزاد ہو کر اپنے طرزِ عمل میں ایسی روش اختیار کرے جو صراطِ مستقیم سے جدا ہو۔ دوسرے لفظوں میں شریعت کے خلاف ہر طرزِ عمل جاہلیت ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جاہلیت کا مادی ترقی و انحطاط سے کوئی تعلق نہیں ہے عربوں سے پہلے بھی کئی اقوام تہذیب و تمدن کے عروج کو پہنچ چکی تھیں مگر ان کی زندگیاں وحی کی تعلیمات سے دور تھیں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ"⁴³

(پس جو قوم عاد تھی سوانہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے: ہم سے بڑھ کر طاقتور کون ہے؟ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انہیں پیدا فرمایا ہے وہ اُن سے کہیں بڑھ کر طاقتور ہے، اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔)

اس جاہ و کمال اور مادی ترقی کے باوجود ان کی تباہی کا واحد سبب یہ تھا کہ انہوں نے خالق کائنات کی الوہیت اور اس کی نشانیوں کا انکار کیا اور انبیاء کے لائے ہوئے دین حق اور شریعتوں سے راہیں جدا کر لی تھیں۔ یہی وہ طرزِ فکر و عمل ہے جسے کتاب و سنت میں "جاہلیت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جاہلی سماج کی فکری بنیادیں:

لغوی و اصطلاحی تحقیق اور کتاب و سنت کی روشنی میں جاہلیت کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا بنیادی تعلق انسانی فکر اور اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے رویے سے ہے۔ اس لئے کہ فکر و نظریہ کے بغیر کسی بھی انسانی معاشرے کا وجود ممکن نہیں۔ ہر شعبہ زندگی باقاعدہ کسی فکر اور نظریے سے ہی تشکیل پاتا ہے۔ اس حوالے سے یہاں جاہلی عرب کے سماج کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ وہاں کون سی فکریں پنپ رہی تھیں؟ یا اس معاشرے کے فکری خط و خال کیا تھے؟ قرآن مجید اصولی طور پر اس معاشرے کی فکری اساس کو واضح کرنے کے لئے مندرجہ ذیل چار بنیادی اصطلاحات کو بیان کرتا ہے:

1- "ظَنُّ الْجَاهِلِيَّةِ" (ظن و قیاس پر مبنی معاشرہ):

جاہلی معاشرہ اریائی ذہن کا حامل تھا۔ ان کے تمام تر رویوں، طرزِ عمل اور فکر و اعتقاد کی بنیاد ظن و قیاس پر تھی۔ قرآن مجید ان کی اس خام خیالی سے متعلق بیان کرتا ہے:

42 Ahmad bin Shu'aib, Al Sunan al Kubra, Hadith No.4114.

43 Fussilat:15.

"وَأَنْ تُطِيعَ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَأَنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ" ⁴⁴

(اور اے سننے والے! زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں، یہ

صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ صرف اندازے لگا رہے ہیں۔)

یعنی انھوں نے زندگی کے بارے میں ظن و قیاس کی بنیاد پر ایسی رائے قائم کر رکھی تھی جس کا نتیجہ معاشرے میں کفر و شرک، اوہام و خرافات، غیر فطری و غیر انسانی رسوم و رواج، انکار آخرت حتیٰ کہ انکار خدا تعالیٰ کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ (45) قرآن مجید اسی فکری کج روی کو جامع الفاظ میں "ظن الجاہلیۃ" سے تعبیر کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

"يُظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْبَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ" ⁴⁶

(وہ اللہ کے ساتھ ناحق گمان کرتے تھے جو محض جاہلیت کے گمان تھے۔)

در حقیقت یہ نظریہ کسی بھی علمی ثبوت اور بنیاد سے خالی تھا۔ کتاب و سنت اس نظریہ کی تردید کرتے ہیں اور ان میں اس سے بچنے کی تلقین بھی ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"هَآ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" ⁴⁷

(سن لو! تم وہی لوگ ہو جو ان باتوں میں بھی جھگڑتے رہے ہو جن کا تمہیں علم تھا مگر ان باتوں میں کیوں

تکرار کرتے ہو جن کا تمہیں کوئی علم ہی نہیں، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

سورہ حجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ" ⁴⁸

(اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو بیشک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور جستجو نہ کیا کرو اور نہ پیچھے

پیچھے ایک دوسرے کی برائی کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا

گوشت کھائے، سو تم اس سے نفرت کرتے ہو۔ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ کو بہت قبول فرمانے والا

بہت رحم فرمانے والا ہے۔)

سنن ابی داؤد کی روایت ہے رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا" ⁴⁹

44 Al An'am: 116.

45 Yūnūs:36.

46 Āl-e- 'Imrān:154.

47 Āl-e- 'Imrān:66.

48 Al Hujrāt:12.

49 Sulaimān bin Ash'as, Kitāb al Sunan, Hadith No. 4917.

(اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ، بلاشبہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے، اور نہ ٹوہ لگاؤ اور نہ جاسوسی کرو۔)
جاہلی فکر کے مقابلے میں اسلام خالص علمی بنیادوں پر وحی الہی کی روشنی میں انسانی معاشرے کی تعمیر کرتا ہے۔ اس کے واضح جلوے
"اقراء" کے لفظ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ خود رسالت مآب ﷺ نے علم کی تحصیل کو ہر مسلمان کا فریضہ قرار دیا ہے جیسے کہ روایت میں
آتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ"⁵⁰

(یعنی علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔)

اسلام اس بے پائیدار اور کھوکھلی تہذیب کے مقابلے میں علم یقینی کی بنیاد پر معاشرے کی تعمیر کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے انحراف کا ہر
راستہ جاہلیت قرار پاتا ہے۔

2- "أَفْحَكُمُ الْجَاهِلِيَّةِ" (ہوائے نفس پر مبنی معاشرہ):

عدل و انصاف کسی بھی انسانی سماج کی بقائے حیات کے لیے ناگزیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اخلاقی و روحانی زندگی کے ساتھ ساتھ
تمدنی و سماجی زندگی کے تحفظ اور بہتری کے لیے واضح ہدایت کا نزول فرمایا اور انبیاء کرام کے ذریعے اس کے عملی نفاذ کی صورتیں بھی پیدا
فرمائیں تاکہ انسانی معاشرے میں امن و استحکام فروغ پاسکے۔ البتہ انسان کی نادانی کہ اس نے ہوائے نفس کی بنیاد پر ایک الگ سماج کی
تشکیل کی اور قانون و ہدایت ربانی سے منہ موڑ کر ظالمانہ قوانین ایجاد کر لئے، اسی طرزِ عمل کو قرآن مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان
کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أَفْحَكُمُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ، وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ"⁵¹

(کیا یہ لوگ جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں، اور یقین رکھنے والی قوم کے لئے حکم میں اللہ سے بہتر کون ہو
سکتا ہے۔)

اسی طرح کائنات کے حاکم اعلیٰ نے واضح ہدایات دے رکھی ہیں کہ ان لوگوں کی خواہشات پیروی نہ کی جائے جو اس کی آیات کو جھٹلاتے
ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ معبودانِ باطلہ کو اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔⁵² وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انھوں نے
دوسروں کو بھی گمراہی کے راستے پر ڈال دیا۔⁵³ جو کوئی ہدایت ربانی کے آجانے کے بعد بھی اس راستے پر چلے گا وہ ظالم قرار پائے گا
۔ (54) اس لئے خدا کی حاکمیت کے ماتحت انسانوں کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ اسی کے فیصلوں کو نافذ کریں۔⁵⁵ اور اگر ہوائے نفس کی
پیروی کی گئی تو ارض و سما میں فساد کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔⁵⁶ اس حوالے سے تفسیر نمونہ کے مؤلف سیدنا علی المرتضیٰ کا ایک اہم
قول نقل کرتے ہیں آپؑ نے فرمایا:

50 Kitāb al Sunan, Ibn Mājah, Hadith No.224.

51 (Al Maidah: 50.

52 Al An 'ām:150.

53 Al Maidah: 77.

54 Al-Baqarah:160.

55 Al Maidah:49.

56 Al Mu'minūn:71.

"حکم دو طرح کا ہے خدا کا حکم اور جاہلیت کا حکم، جس نے خدا تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ کر کوئی اور حکم اختیار کیا تو اس نے جاہلیت کو اختیار کیا۔" 57

در حقیقت جاہلی معاشرے کی یہی بنیادی فکری غلطی تھی کہ وہ خدا تعالیٰ کی حاکمیت اور قوانین سے انکاری ہو کر ہوائے نفس کے بندے بن گئے تھے جس کا نتیجہ معاشرے کی طبقاتی تقسیم کی صورت میں ظاہر ہوا اور یوں معاشرہ ظلم کا عکاس بن گیا۔ آج بھی اگر کوئی قوم اس روش کو اختیار کرتی ہے تو ان کے اس عمل کو جہالت ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔

3- "تَبَرُّجُ الْجَاهِلِيَّةِ" (بے حیائی پر مبنی معاشرہ):

دور جاہلیت میں نمائش حسن، عریانی، آبرو باخنگی، اظہار جمال اور مردوں سے میل جول کی مختلف صورتیں پائی جاتی تھیں۔ جو دراصل اسلام کے نظام عفت و حیا کے خلاف تھیں۔ جبکہ جاہلی معاشرہ اس فکر کی بنیاد پر پروان چڑھا تھا۔ قرآن مجید ان کی اس فکری غلطی کو "تبرج الجاہلیہ" کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ" 58

(اور اپنے گھروں میں سکون سے قیام پذیر رہنا اور پرانی جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا اظہار مت کرنا۔)

علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "تبرج" کے معنی زینت اور خوبصورتی کا اظہار کرنے کے ہیں۔ اسی طرح عورت کا اپنے محاسن مردوں کو دکھانا، عورتوں کا منک منک کر چلنا بھی اسی میں داخل ہے۔ 59 مولانا عبد الماجد دریا آبادی بیان کرتے ہیں کہ عرب کی تہذیب جاہلی میں آج کل کی جاہلی تہذیبوں کی طرح یہ دستور تھا کہ لیڈیاں تصنع کے بڑے بڑے طریقوں سے آواز اور لب و لہجہ میں طرح طرح کی رعنائی، نزاکت اور دلفریبی پیدا کرتی تھیں۔ یہ ہنر وہاں کی فیشن ایبل سوسائٹی میں داخل تھا۔ 60 یعنی معاشرے میں عورتوں کے مردوں سے میل جول کی عام صورتیں تھیں۔ اسلام اس کے مقابلے میں عفت و حیا کی بنا پر تہذیب و تمدن کی تعمیر کی ہے۔ سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک کھلی جگہ میں کپڑا باندھے بغیر نہا رہا تھا تو آپ

ﷺ منبر پر چڑھے اور اللہ عز و جل کی حمد و ثنایاں کی، پھر فرمایا: اللہ عز و جل انتہائی حیا والا اور پردہ پوش

ہے حیا اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے سو تم میں سے جب کوئی غسل کرنے لگے تو پردہ کر لے۔" 61

اسی طرح آپ ﷺ نے کئی مقامات پر حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا۔ (62) حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ بے موقع زینت کا

اظہار رسول اللہ ﷺ کی ناپسندیدہ چیزوں میں سے ایک ہے۔ (63) ابن ماجہ کی روایت ہے رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا، وَإِنَّ خُلُقَ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ" 64

57 Nāsir Mkārīm Shīrāzī, Tafsīr Namūnah, 3/140.

58 Al Ahzāb:33.

59 Ghulām Rasūl Sa'īdī, Tibyān al Qurān, (Lahore: Farīd Book Stall, 2012 AD), 9/426.

60 Abdul Mājīd Daryā Abādī, Tafsīr Majdī, (Lahore: Pāk Company, 2018 AD), 863.

61 Sulaimān bin Ash'as, Kitāb al Sunan, Hadith No.4013.

62 Muḥammad bin Ismā'īl al Bukhārī, Al Jamī' al Saḥīḥ, Hadith No.4795.

63 Sulaimān bin Ash'as, Kitāb al Sunan, Hadith No.4222.

(ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیا ہے۔)

عفت و حیا کا مضمون کثیر احادیث میں بیان ہوا ہے جو جاہلی فکر و تہذیب اور سماج کے مقابلے میں اسلام کی پاکیزہ تہذیب کا ثبوت ہے جس سے اس فکر جاہلی کی مکمل تردید ہوتی ہے۔

4- "حَمِيَّةُ الْجَاهِلِيَّةِ" (عصبیت و حمیت پر مبنی معاشرہ):

قبل از اسلام عرب سماج میں قبائلی، خاندانی، نسلی اور خونی عصبیت عروج پر تھی ذرا سی بات پر جنگوں کا آغاز ہو جاتا اور نسل آدم کا خون بے مقصد ہی بہتا رہتا۔ غور و فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انتقام در انتقام کے تحت سالہا سال تک جاری رہنے والی ان جنگوں کا بنیادی محرک عصبیت و حمیت ہی تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کی طرف سے اسی عصبیت کا مظاہرہ کیا گیا انھوں نے مسلمانوں کو عمرہ و طواف کعبہ سے روک دیا۔ اسی طرح معاہدہ میں "بسم اللہ" لکھنے میں بھی ان کی عصبیت و حمیت حائل ہوئی۔ (65) قرآن مجید جاہلی سماج کی اس فکری غلطی کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ" ⁶⁶

(جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں اڑ رکھی وہی زمانہ جاہلیت کی اڑ تھی۔)

عصبیت و حمیت سے کیا مراد ہے؟ اس کے کیا معنی ہیں؟ خود رسالت مآب ﷺ نے اس کا جواب دیا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ کیا آدمی کا اپنی قوم کو محبوب و عزیز رکھنا بھی عصبیت میں داخل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم کے معاملے میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔ ⁶⁷ اسلام ہر طرح کی جاہلیت کا قلعہ قمع کرتا ہے رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِيَّةٍ يَدْعُو عَصَبِيَّةً أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقَتْلُهُ جَاهِلِيَّةٌ" ⁶⁸

(جو شخص اندھے (یعنی قومی، نسلی، لسانی) تعصب کے کسی جھنڈے کے نیچے لڑا، عصبیت کی پکار لگاتے

ہوئے، یا عصبیت (والوں) کی حمایت کرتے ہوئے تو (یہ) جاہلیت کی موت ہوگی۔)

کتاب اللہ اور سنت نبویہ ﷺ میں مذکور اس تفصیل سے عرب جاہلیت کے فکری و تہذیبی خط و خال واضح ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت یہی چار ستون تھے جن پر تمدن جاہلی کی عمارت قائم تھی اور فکری و نظری بنیادیں تھیں جس سے معاشرہ طبقاتی کشمکش کا شکار تھا۔ یقیناً انہی دھاروں سے جاہلیت کے دیگر افکار و اعمال کا صدور ہوتا تھا۔ جاہلی سماج کی ان فکری بنیادوں کا صحیح تجزیہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ محض شرک، بت پرستی، یا چند بری خصلتوں کا نام جاہلیت نہیں جو اسلام سے پہلے عرب معاشرے کا بالخصوص حصہ تھیں بلکہ یہ جاہلی فکر کے وہ مظاہر تھے جن کی بنیاد ان چار نظریات پر تھی جنہیں قرآن نے "ظن الجاہلیہ"، "حمیۃ الجاہلیہ"، "تبرج الجاہلیہ" اور "حکم الجاہلیہ" سے تعبیر کیا ہے۔

64 Kitāb al Sunan, Ibn Mājah, Hadith No. 4182.

65 Muḥammad bin Ismā'il al Bukhārī, Al Jami' al Saḥīh, Hadith No. 2733.

66 Al Fataḥ:26.

67 Sulaimān bin Ash'as, Kitāb al Sunan, Hadith No.5119

68. Muslim bin Ḥujāj, Al Jami' al Saḥīh, Hadith No.4792

جاہلیتِ قدیمہ اور جاہلیتِ جدیدہ کے مشترکات:

متذکرہ بالا بحث کے صحیح تجزیہ و تبصرہ سے قدیم و جدید جاہلیت کے کئی مشترکات سامنے آتے ہیں جنہیں ہم مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں بیان کرتے ہیں:-

فکری خدوخال کی مشابہت۔

تعلیماتِ وحی سے دوری اختیار کرنا۔

غیر علمی بنیادوں پر معاشرے کا قیام۔

دین اللہ میں بدعات کا ایجاد کرنا۔

اطاعتِ پیغمبر سے گریز کرنا۔

حقیقی مقصدِ زندگی سے دوری۔

عملی نفاق۔

قانونِ الہی سے پہلو تہی کرنا۔

غیر محدود حریتِ فکر و عمل۔

ہوائے نفسانی کو پروان چڑھانا۔

عصبیت کی راہ اختیار کرنا۔

بے حیائی کے عمل کو نظرِ تحسین دیکھنا۔

معاشرے کی طبقاتی تقسیم۔

ذہنوں پر خوف و ہیجان کیفیت کا طاری ہونا۔

بے اطمینانی و بے سکونی۔

بد امنی و خستہ طرزِ زندگی۔

کمزور طبقات کی زبوں حالی۔

غلامی و محرومی وغیرہ۔

عصرِ جاہلی کی تحدید:

زمانہ جاہلیت کی تعیین میں اسلامی علماء مختلف آراء پیش کرتے ہیں۔ ابن سیدہ اور ابن منظور الافریقی بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت سے مراد "فترۃ" کا زمانہ ہے۔⁶⁹ ڈاکٹر شوقی الضیف بھی اسی رائے کے قائل نظر آتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ اسلام سے ڈیڑھ سو سال قبل شروع ہو کر اسلام تک کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں عربی زبان و ادب پروان چڑھا ہے اسی کو "جاہلیۃ اولیٰ" کہا جاسکتا ہے۔⁷⁰ علامہ آلوسی "بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب" میں لکھتے ہیں کہ یہ لفظ عہدِ اسلام میں وجود میں آیا اور اس سے بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل کا زمانہ

69 Ibn Sayyedah, Al Muḥkam wa al Muḥīt al A'zam,

70 Shauqī al Dīf, Tārīkh al Adab al 'Arabī, (Qum: Zawīl Qurbā, 1985 AD),

مراد لیا جاتا ہے۔ اسی طرح ابن حجر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں اس کا اطلاق زمانہ ماضی پر ہوتا ہے اور اس سے مراد اسلام سے قبل کا زمانہ ہے جس کی انتہا فتح مکہ ہے۔⁷¹ ڈاکٹر عمر فروخ بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت اسلامی دعوت سے قبل کا زمانہ ہے بلکہ صحیح قول یہ ہے کہ ہجرت سے قبل تک کا زمانہ جاہلیت میں شمار ہوتا ہے اس لئے کہ ہجرت تک کفار و مشرکین سیاسی و سماجی طور پر غالب رہے یہاں تک کہ ہجرت کے بعد اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا کیا لہذا اس کا آخر زمانہ ہجرت کو ہی قرار دینا چاہیے۔⁷²

بعض حضرات سورہ احزاب میں وارد لفظ "الجاهلیۃ الاولیٰ" کے ضمن میں تاریخی طور پر اسے دو ادوار میں تقسیم کرتے ہیں کہ جاہلیت اولیٰ وہ زمانہ ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی جب کہ جاہلیت ثانیہ رسالت مآب ﷺ کی پیدائش کا زمانہ ہے۔⁷³ علامہ آلوسی نے اس حوالے سے مختلف آراء کو اکٹھا کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد بعض کے نزدیک یہ آدمؑ اور نوحؑ کے درمیان کا زمانہ ہے، بعض کے نزدیک نوحؑ اور ادریسؑ کے درمیان کا زمانہ ہے، بعض کے نزدیک نوحؑ اور ابراہیمؑ یا موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے درمیان کا زمانہ ہے، بعض اسے داؤدؑ اور سلیمانؑ کا زمانہ قرار دیتے ہیں اور اسی طرح بعض اسے اسلام سے متصل زمانہ قرار دیتے ہیں۔⁷⁴ ڈاکٹر جواد علی "المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام" میں لکھتے ہیں کہ لفظ جاہلیت کا مدنی سورتوں میں وارد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے ہاں اس کا استعمال ہجرت مدینہ کے بعد شروع ہوا اور اس کا اطلاق بھی ہجرت سے قبل عہد پر ہوتا ہے۔⁷⁵ یعنی اس اصطلاح کا استعمال قبل از اسلام انسانی معاشرے اور بعد از اسلام انسانی معاشرے میں فرق کرنے کے لئے کیا گیا۔ اس حوالے سے یہ توجیہ بھی قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ہجرت سے قبل کفار و مشرکین سیاسی و سماجی لحاظ سے غالب تھے اور اسلامی معاشرے کے خط و خال بھی واضح نہ تھے البتہ ہجرت مدینہ کے بعد مدنی معاشرے کے قیام سے یہ فرق واضح ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اسلام سے قبل کے زمانے کو جاہلیت قرار دیا۔ راقم کے نزدیک یہی رائے قابل ترجیح ہے اس لئے کہ احادیث میں عربوں کے کئی ایسے اعمال ذکر ہوئے ہیں جنہیں زمانہ جاہلیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا حطیم بھی بیت اللہ میں داخل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، پھر میں نے پوچھا کہ پھر لوگوں نے اسے کعبہ میں کیوں نہیں شامل کیا؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ تمہاری قوم کے پاس خرچ کی کمی پڑ گئی تھی۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہ دروازہ کیوں اونچا بنایا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی تمہاری قوم ہی نے کیا تا کہ جسے چاہیں اندر آنے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ اگر تمہاری قوم کی جاہلیت کا زمانہ تازہ تازہ نہ ہوتا اور مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ ان کے دل بگڑ جائیں گے تو اس حطیم کو بھی میں کعبہ میں شامل کر دیتا اور کعبہ کا دروازہ زمین کے برابر کر دیتا۔"⁷⁶

اس روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے قبل از بعثت زمانے کو جاہلیت کا زمانہ قرار دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں جاہلیت کی چار باتیں ہمیشہ رہیں گی: ایک اپنے حسب پر فخر کرنا، دوسرا ایک دوسرے

71 Maḥmūd Shakrī Ālūsī, Bulugh al Arab, 2/15.

72 Dr. 'Arab Farūkh, Tarikh al Jahiliyah, (Beirut: Dār al 'Ilm, 1984 AD), 53.

73 Al Mufasal fi Tārīkh al 'Arab, 1/40.

74 (Bulugh al Arab fi Ma'rifat Ahwāl al 'Arab, 1/17.

75 Al Mufasal fi Tārīkh al 'Arab, 1/38.

76 Muḥammad bin Ismā'īl al Bukhārī, Al Jami' al Saḥīḥ, Hadith No.1584.

کے نسب پر طعن کرنا، تیسرا تاروں سے بارش کی امید رکھنا اور چوتھا یہ کہ بین کر کے رونا، اور فرمایا کہ بین کرنے والی اگر اپنے مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس پر گندھک اور خارش والی قمیض ہوگی۔⁷⁷ اس روایت سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قبل از بعثت کے دور کو جاہلیت کا دور بتایا ہے اس لئے کہ اسلام سے پہلے عرب ان چار باتوں پر عمل پیرا تھے جن کا ظہور عہد رسالت میں بھی ہوتا رہا ہے۔

اس بحث سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ جاہلیت در حقیقت ان اعمال اور رویوں کا نام تھا جو عرب معاشرے میں رائج تھے۔ اور اس کا اطلاق کسی خاص زمانے، قوم یا خطہ ارض پر نہیں کیا جاسکتا بلکہ کتاب و سنت میں جاہلیت کا لفظ کبھی کسی خاص "حالت" کے لئے بولا جاتا ہے اور کبھی "ذوالحال" کے لئے یعنی وہ شخص یا لوگ جو اس حالت میں ہوں اس سے مراد لیے جاتے ہیں۔ اس حالت سے مراد فکری و نفسیاتی کشمکش ہے جس میں پھنس کر لوگ ہدایت ربانی کو بھول جاتے ہیں اور احکامات خداوندی سے متضاد رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلامین کے مطابق ہر وہ فکر و نظریہ، ہر وہ رویہ و عمل جو اسلام کے مخالف ہو جاہلیت قرار پائے گا اگرچہ کسی بھی زمانے کے لوگ اس رویے کو اپنالیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جاہلیت کا تعلق کسی مادی تنزیل کے ساتھ نہیں، بلکہ فکری و عملی رویے کے ساتھ ہے۔ مثلاً کسی قوم کے لوگوں کے ان پڑھ ہونے، یا ان کے ہاں بلند و بالا عمارتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے انہیں جاہل نہیں کہا جاسکتا، بلکہ جہالت کا اطلاق ان کے اخلاقی و دینی رویوں پر کیا جائے گا جو انہوں نے وحی الہی سے ہٹ کر اپنا رکھے ہیں۔ راقم کے نزدیک یہی جاہلیت کا حقیقی مفہوم ہے۔